جان پلگر

عرب ممالک میں بغاوت کی اصل وجوہ

مصر، تیونس، بحرین، الجزائر، یمن، اردن اور لیبیا کے عوام کا احتجاج صرف اپنے حکمرانوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ درحقیقت یہ مغربی ممالک کی ظالمانہ اقتصادی پالیسیوں کے خلاف ہے، جنہوں نے اپنے شہریوں کو زندگی کی تمام سہولیات اور آسائشیں مہیا کرنے کی خاطر دیگر ممالک کے قیمتی وسائل کو جبر استبداد اور ترغیب وتحریص کے حربے استعمال کرتے ہوئے اپنے بس میں کس کر رکھا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک بڑی ہوشیاری سے ترقی پذیر ممالک کے وسائل پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک کے پاس ٹیکنالوجی اور سرمائے کی کمی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک جدید ٹیکنالوجی ترقی یافتہ ممالک کو منتقل نہیں ہونے دیتے کیونکہ اس طرح دنیا کا وسائل پر ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی۔ ایک امریکی تجزیہ نگار کا تبصرہ ہے کہ امریکی سرکردگی میں چلنے والے مالیاتی ادارے کسی ملک کی اقتصادیات کے دودھ میں امداد کے نام پر چند کلو اپنا دودھ ڈال کر ساری کی ساری بالائی ہڑپ کر جاتے ہیں___ عراق پر حملے کے کچھ عرصے بعد 2003ء میں مَیں نے سی آئی اے کے ایک اہم عہدیدار میک گورن کا انٹرویو کیا تھا جو عراق کی تازہ ترین صورتحال کے حوالے سے روزانہ ایوان صدر کو بریفنگ دینے پر مامور تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ عراق پر حملے کے موقع پر اس نے اپنے ادارے میں اپنے دوستوں اور سی آئی اے کے بعض سابق افسروں کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ یادداشت تیار کی تھی کہ عراق پر حملہ کیلئے جن انٹیلی جنس اطلاعات کو بنیاد بنایا گیا ہے وہ مکمل طور پر جھوٹے الزامات کا پلندہ ہیں۔ حملہ کرنے کی خاطر لفاظی کا ایک گورکھ دھندا تیار کیا گیا تھا اور اس کی تیاری اور اس پر عملدرآمد میں مخصوص مفادات کے جاہل لوگ شامل تھے، جنہیں اصطلاح میں ''کریزی'' کہا جاتا تھا۔ میک گورن کے مطابق عالمی طور پر اس جھوٹ کا پول وکی لیکس نے کھولا جس پر صدر اوبامہ نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سابق امریکی صدر جارج بش اور برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے ایک باہمی ملاقات میں یہ جملہ با آواز بلند ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''عراق پر حملہ کرنا بڑے مزے کی بات ہوگی'' گویا ہٹلر پر جس ''فاشزم'' کا الزام لگایا گیا تھا وہی فاشزم اس وقت امریکی اور برطانوی طرز عمل سے بھی جھلک رہا تھا مگر انہیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ بعد میں یہ مسئلہ کس قدر گھمبیر صورت اختیار کر سکتا ہے نہ ہی یہ اندازہ تھا کہ اتنی جلدی ایسا ہو جائے گا۔

15 فروری کو سیکرٹری آف سٹیٹ ہیلری کلنٹن نے جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں ایک تقریر کی جس میں انہوں نے ان حکومتوں کی مذمت کی ہے جو احتجاجی مظاہرہ کرنے والوں پر تشدد کرتی اور انہیں گرفتار کر لیتی ہیں اور کہا ہے کہ ایسا رائے عامہ کو کچلنے کی خاطر کیا جا رہا ہے، انہوں نے انٹرنیٹ کی آزادی دلانے والی قوت کی تعریف کی لیکن اس بات کا ذکر کرنا بھول گئیں کہ خود ان کی حکومت بھی انٹرنیٹ کی بعض سائٹس بند کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے جو امریکی پالیسیوں کے

حوالے سے تلخ حقائق کی نشاندہی کرتی ہیں۔ انکی یہ تقریر دوغلی پالیسی کا عملی نمونہ تھی۔ میک گورن بھی سامعین میں بیٹھا ہوا تھا جسکو ہیلری کی تقریر پر اتنا غصہ آیا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سیکرٹری آف سٹیٹ سے منہ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسے جلد ہی پولیس اور خفیہ والوں نے زدوکوب کر کے زمین پر گرادیا اور پھر بری طرح گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گئے اور جیل میں پھینک دیا۔ میک گورن 71 سال کا ہے۔ ہیلری کلنٹن نے اس کی پٹائی ہوتی دیکھی مگر سیکورٹی والوں کو نہیں روکا۔ جب اسے گھسیٹ کر باہر لے جایا جارہا تھا تو اسکے سر اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ کیا اس واقعہ سے ہٹلر کی نازی حکومت کے دور کی یاد تازہ نہیں ہوتی جس کی بناء پر جرمن کو آج تک ملعون کیا جاتا ہے؟ لیکن اگر ہم جنگ عظیم دوئم کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ امریکی سامراج نے بھی وہی حربے اختیار کر لئے جنکی بناپر وہ مخالفین کو لعن طعن کا نشانہ بناتے تھے' سامراجی نظام دیگر اقوام کے وسائل پر غاصبانہ قبضہ کرنے اور ان کے استحصال کرنے کی علامت ہے۔ واشنگٹن کا تاریخ دان ولیم بلم لکھتا ہے کہ 1945ء کے بعد سے امریکہ نے کم از کم 50 ممالک کی حکومتوں کا تختہ الٹایا ہے اور وہاں بغاوتیں برپا کی ہیں جبکہ ان میں بہت سی جمہوری حکومتیں بھی شامل تھیں حالانکہ امریکہ دنیا بھر میں جمہوریت کے فروغ کا سب سے بڑا نقیب ہونے کا دعویدار ہے' دوسری طرف امریکہ نے عوام کا قتل عام کرنے والے ظالم ترین حکمرانوں کی دل کھول کر مدد کی تاکہ اسکے اپنے مفادات محفوظ ہوسکیں ان میں سہارتو' موبوتے اور پنوشے بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مشرق وسطی میں امریکہ نے ہر ڈکٹیٹرشپ اور جعلی بادشاہت کی حمایت کی۔ آپریشن سائیکلون کے نام پر امریکہ کی سی آئی اے اور ایم 16 نے خفیہ طور پر ''اسلامی انتہا پسندی'' کا ہوا کھڑا کیا' جس کا مقصد ان ممالک میں جمہوریت کا راستہ روکنا تھا اور مغرب کی ریاستی دہشتگردی کا سب سے زیادہ شکار مسلمان ہیں۔ گزشتہ ہفتے عالم عرب میں عوام پر براہ راست گولیاں برسائی گئیں۔ غریب ملکوں میں خانہ جنگیوں کو بھڑکا کر بھی امریکی اسلحہ ساز کمپنیاں اپنے بزنس میں اضافے کے مواقع نکالتی ہیں' جیسا کہ آغاز میں بتایا گیا کہ عالم عرب ممالک میں اٹھنے والی انقلابی لہریں صرف اپنے غاصب حکمرانوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ امریکہ کی ظالمانہ اقتصادی پالیسیوں کے خلاف ہیں۔ امریکی اقتصادی نظام انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) ورلڈ بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جسکا مقصد کمزور ممالک کو قرضوں کے جال میں جکڑ کر اپنے مقاصد پورے کرنا ہے۔ اس نظام کے تحت مصر جیسے وسائل سے مالا مال ملک کو اس حد تک کمزور کر دیا گیا کہ وہاں 40 فیصد سے زائد آبادی روزانہ دو ڈالر کے مساوی رقم بھی نہیں کما سکتی۔ اپنے مفسدانہ مقاصد حاصل کرنے کیلئے لازم ہے کہ ان ممالک پر خوف اور دہشت کی حکمرانی قائم رہے لیکن اب جبکہ اس مصنوعی خوف کے خلاف لوگوں کا ڈر ختم ہو گیا ہے تو وہ باہر سڑکوں پر نکل آئے ہیں' بالکل ویسے ہی جیسا 1848ء میں یورپ میں انقلاب آیا اور لوگ باہر نکل آئے۔ اسی طرح سٹالن کے خلاف بھی عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اسکے ساتھ ہی ان کا اس ظالمانہ حکومت سے خوف بھی ختم ہو گیا۔ اسوقت امریکہ کے اندر یہ حالت ہے کہ وہاں 45 فیصد نوجوان سیاہ فام امریکن بیروزگار ہیں اور انہیں زندگی کی بہت سی بنیادی ضروریات بھی حاصل نہیں ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں بھی انقلاب کا سیلاب نمودار ہونے کو ہے۔ (بحوالہ نیوسٹیٹس مین' ترجمہ مظہر منہاس)